دار الافتاء

عزیز زبیدی - واربرٹن

اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللہ

ضلع ساہیوال سے مولانا سیف الرحمٰن بی اے لکھتے ہیں :

۱- نابینا والی حدیث میں : واتوجہ الیك بنبیك محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بك الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی اللھم شفعہ فی (ترمذی وغیرہ)

اس سے غیر اللہ سے توسل، استغاثہ اور ندائے غیب کا ثبوت ملتا ہے۔ صحیح کیا ہے ؟

۲- ایک اور روایت میں آیا ہے : کہ سواری بھاگ جائے تو یوں پکارے۔

"اعینونی یا عباد اللہ " اے خدا کے بندو میری مدد کرو۔

اس سے بھی پہلے نظریہ کی تائید ہوتی ہے۔

الجواب

نابینا والی حدیث - اس کا جواب اسی روایت میں پایا جاتا ہے ، اپنی بینائی کے لیے حضور سے درخواست کی تو آپ نے انھیں یہ طریقہ بتایا کہ : وضو کر کے دوگانہ پڑھیے پھر یوں دعا کیجیے! دعا کے الفاظ بتاتے ہیں کہ : حضور نے بھی اس نابینا (عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے لیے دعا فرمائی! تبھی تو کہا کہ میں تیرے نبی کو لے کر آپ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ ان کی سفارش قبول فرمائیے! اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو نیک لوگ موجود ہیں، جا کر ان سے دعا کرائی جا سکتی ہے! ظاہر ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حضور نے دعا کا یہ نرالا طریقہ کیوں تجویز فرمایا؟ تاکہ دعا کرانے والے کا ذہن اس وسوسے سے صاف ہو جائے کہ ہم جیسے معمولی یا گنہگار شخص کا خدا سے کوئی تعلق نہیں رہا بلکہ رہنمائی فرمائی کہ نیکوں سے بھی دعا کرائے اور خود بھی گڑگڑا کر دعا کیجیے ــــ آپ یہ دیکھ کر حیران ہوں گے کہ یار دوستوں کو دعا کرانا تو یاد رہا لیکن یہ بھول گیا کہ رسول نے یہ بھی بتایا ہے کہ تم بھی خدا سے دعا کر سکتے ہو اور یہ کہ دعا سے پہلے باوضو دوگانہ بھی پڑھنا چاہیے! ــــ اصل میں یہ لوگ خدا سے سستی قبولیت کے متمنی ہیں اور ساتھ ہی چاہتے ہیں کہ شخصیت پرستی کا جو روگ ان کو لگ گیا ہے اس کی تسکین کے بھی کچھ سامان ہوتے رہیں۔

باقی رہی ندائے غیب کی بات؟ سو یہاں غیب تھا ہی نہیں کیونکہ حضورؐ کے پاس بیٹھ کر حضورؐ کے سکھائے ہوئے کلمات دہرا رہے تھے — یہاں غیب کہاں؟

بہر حال دعا کے سلسلے میں یہ یاد رہے کہ اصلی دعا وہ ہے جو خود کی جائے، اس سے خدا سے تعلق اور ربط قائم رہتا ہے اور اس کی شرم بھی، دوسرے سے دعا کرانا ایک آخری چارۂ کار ہے اور صرف وقتی — آخری چارۂ کار اس لیے کہا گیا ہے کہ انسان خدا سے ناامید اور اپنی ذات کے سلسلے میں بدظن نہ ہو جائے اور اس سے کٹ کر سدا غیروں کے آستان پر ٹھوکریں نہ کھاتا پھرے، دعا خدا سے ہمکلامی کی ایک تقریب مہیا کرتی ہے۔ اس لیے اعلان فرمایا کہ:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ (پ۲۔ بقرہ ع۲۳)

"اور جب میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں (کہ وہ کہاں ہے، اسے کیسے پکاریں) تو (سن لو) میں قریب ہی ہوں، جب کوئی مجھ سے درخواست کرتا ہے تو پکارنے کی دعا اور پکار قبول کر لیتا ہوں"

لوگ خواہ مخواہ کے چکروں میں پڑے ہیں اور محض شخصیت پرستی کے جذبات کی تسکین کے لیے، ورنہ دینے والا جب براہ راست تمہیں بات کرنے کی دعوت دیتا ہے تو پھر دوسرے دروازوں پر جا جا کر دستک دینے کا کیا فائدہ؟ الا یہ کہ خود دعا کر کے تھک گیا ہو اور بات سمجھ میں نہ آ رہی ہو کہ مجھ سے کیا خطا ہوئی کہ قبولیت میں دیر ہو رہی ہے۔ گویا کہ دعا کرانے سے پہلے اپنے آپ کے جائزہ لینے کی ضرورت پیدا ہو جاتی ہے، اگر محسوس ہو کہ فلاں کوتاہی ہو رہی ہے تو اسے چھوڑ کر پھر دعا کیجیے! البتہ اس وقت دوسرے کے پاس جا سکتے ہو! جب محسوس کریں کہ پتہ نہیں چل رہا کہ کیا خطا ہوئی ہے، ظاہر ہے کہ جو نیک لوگ ہیں، وہ تمہیں بھی اصلاح حال کی تلقین کریں گے اور دعا بھی کریں گے — حضورؐ نے دوگانہ پڑھا کر دعا کرنے کا جو سبق دیا ہے وہ اس امر کا غماز ہے کہ پہلے آپ اللہ سے اپنا تعلق بحال کریں، پھر دعا کریں۔ چونکہ لوگ شارٹ کٹ چاہتے ہیں اور بدی پر دوست خدا سے نیک توقعات رکھتے ہیں، اس لیے اس کی طرف منہ کرتے ہوئے کتراتے ہیں۔

أَعِينُونِي يَا عِبَادَ اللهِ ۔ اس مضمون کی روایات متعدد ہیں اور عموماً بیکار ہیں، منقطع ہیں یا ان میں ضعیف راوی ہیں، آپ نے جو روایت پیش کی ہے اس کا راوی یزید بن علی ہے جو عقبہ رقاشی سے روایت کرتا ہے اور وہ عقبہ سے تقریباً ۶۳ سال بعد پیدا ہوا ہے۔ دوسری روایت جو ابن مسعود سے ہے، اس کی سند میں معروف بن حسان ہے یہ مجہول بھی ہے اور منکر الحدیث بھی، اس لیے بیکار ہے، دوسرا راوی جس سے معروف روایت کرتا ہے وہ سعید بن ابی عروبۃ ہے جو مختلط بھی ہے اور مدلس بھی۔

یعنی بعد میں اس کے حواس ٹھیک نہیں رہے تھے اور جس سے روایت کرتا تھا، بعض اوقات اس کا نام نہیں لیتا تھا بلکہ اس سے اگلے راوی کا نام لے لیتا تھا، اس طرح بات اندھیرے میں رہ جاتی تھی کہ جس کا نام نہیں لیا خدا جانے وہ کیسا راوی تھا۔ اس لیے جب وہ "عن فلان" (فلاں سے) کہہ کے روایت بیان کرتے ہیں تو ان کی روایت محدثین قبول نہیں کرتے۔ اور سعید بن ابی عروبہ جس سے روایت کرتے ہیں، وہ "قتادہ" ہے لیکن یہ بھی مدلس ہے۔

اس لیے اس روایت کے ضعف کے کئی ایک اسباب یکجا جمع ہو گئے ہیں۔ اب سوچئے کہ بھلا ایسی روایت کو کوئی کیا کرے؟

فرض کیجیے! یہ حدیث صحیح ہے تو اس کے وہ معنی نہیں جو اوہام پرست بناتے ہیں، کیونکہ علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جنگلوں میں اللہ کے کچھ فرشتے رہتے ہیں، اس لیے اگر کوئی رکاوٹ اور مانع پیش آ جائے تو اعینونی یا عباد اللہ کہہ کر پکارا کرو۔ (وقال رجالہ ثقات) ۔

فرشتے گو ہمیں نظر نہیں آتے تاہم وہاں ہوتے ہیں اور سنتے اور دیکھتے ہیں اس لیے حضور کے ارشاد کے مطابق ان سے کہہ سکتے ہیں کہ: اس وقت میری مدد کرو۔ جیسا کہ اور کسی موجود شخص سے ایسے موقعہ پر کوئی کہہ سکتا ہے۔ لیکن صفرا کے مارے کو ہر شئے زرد دکھائی دیتی ہے اس لیے جو غیروں کے آستان پر ہاتھ پھیلانے میں لطف محسوس کرتے ہیں، انھیں ہر چیز میں "غیر اللہ" کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی اپیلیں ہی محسوس ہوتی ہیں۔ خدا خیر کرے۔

ویرانوں کی دنیا میں عموماً خدا ہی یاد پڑتا ہے، کافروں کو بھی خدا یاد آ جاتا ہے۔ اللہ کے رسول فرماتے ہیں کہ اس عالم میں جب اس کو گم شدہ سواری واپس مل جاتی ہے تو خوشی سے جھوم کر وہ خدا کے حضور شکرانہ پیش کرتے ہوئے کہہ بیٹھتا ہے کہ میں تیرا رب اور تو میرا بندہ، تو خدا اس پر بھی بہت خوش ہو جاتا ہے، کیوں کہ زبان کی لغزش کی بات اور ہے۔ بہر حال دل میں تو ان کے اللہ ہی تھا۔ مگر ان بت پرستوں کو ایسے عالم میں بھی "خدا" نہیں، دوسرے ہی یاد رہتے ہیں۔ اور انہی کو پکارنے کے لیے حیلے تلاش کرتے رہتے ہیں۔ ہم نے دیکھا ہے کہ ایسے لوگ عموماً جب خدا کے قابل نہیں رہتے تو ان کو خدا کے باغی لوگ ہی شکار کر لیتے ہیں، کیونکہ خدا جن کے سامنے نہیں ہوتا، وہ دل ہتھیلی پر رکھ کر باہر نکل آتے ہیں، چونکہ ان کو غیر اللہ میں جذب ہونے کا چسکا پہلے پڑ چکا ہوتا ہے اس لیے جب کوئی شکاری ان پر اپنے مخصوص انداز کے جال پھیلا دیتا ہے تو فوراً اس میں پھنس جاتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ سوشلزم قسم کی تحریکوں میں انہی لوگوں کی اکثریت رہی ہے۔ خود پاکستان میں پیپلز پارٹی جیسی بدنام پارٹی

کو بھی انہی نادانوں کی اکثریت نے ہی کندھا دیا ہے اور ابھی تک انہی کا سوادِ اعظم ہی ان کے نام کی "جے" پکار رہا ہے۔ جو لوگ خدا کے بجائے "دوسروں" کے تصورات میں رست رہتے ہیں، ہم نے دیکھا ہے کہ:

باطل کو سہارے ہمیشہ انہی لوگوں نے مہیا کیے ہیں، تشکاری پیروں نے جب تشکار کیا ہے تو انہی لوگوں کا کیا ہے، جب رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محاذ سے "اللہ اکبر" کی صدائیں بلند ہوتی تھیں تو "اعلُ ہبل" ہُبل کی جے کا نعرہ بتوں کے انہی پجاریوں نے لگایا تھا۔ جب "بندہ حنیف" خدا کے نام پر قربانی دیتا ہے تو دیوتا دیوی گھوڑے شاہ اور رسوڑی شاہ کے نام پہ نذرانے انہی لوگوں نے پیش کیے ہیں۔ ایسے لوگ عموماً خود اعتمادی کے جوہر سے محروم ہوتے ہیں، وہ خدا کا سہارا چھوڑ کر دنیا کا ہر سہارا لے کر چلنے پر مجبور ہوتے ہیں اور مسجدوں کو چھوڑ کر قبرستانوں کو زیادہ آباد رکھتے ہیں اور یہ لوگ اس بات میں ذرہ بھر شرم محسوس نہیں کرتے کہ یہ زندہ جوان، زندہ خدا کو چھوڑ کر شہر خاموشاں کے بے بس، بے جان اور بیکس افراد کے سہارے مانگتے ہیں اور ان کو اپنی دعاؤں کے سہارے مہیا کرنے کے بجائے مردوں سے کہتے ہیں کہ تم ہی ہمارا سہارا بنو اور تم ہی ہمیں سہارے مہیا کرو۔ اور تم ہی ہماری بگڑی بناؤ، لوگ زندہ ہو کر اہلِ قبور سے "المدد المدد" کہتے ہوئے ان کو کبھی شرم نہیں آتی، ما قدروا اللہ حق قدرہ۔

اس پر لطف یہ کہ: جب تک اہلِ قبور بزرگ زندہ رہے، اس وقت تک انھوں نے کبھی بھی ان کی نہ سنی، ان کو پتھر مارا کیے ان کو روحانی بزرگوں کا منکر بتاتے رہے، سنا ہے حضرت شیخ پیر عبدالقادر جیلانی گانے باجے کے مخالف تھے، چنانچہ ایک دفعہ انھوں نے حکم دیا کہ وہ سب توڑ پھوڑ دیے جائیں، چنانچہ اس پر انہی طبلچیوں نے ان کے خلاف جلوس نکالا تھا، آج ان کے نام پر سب سے زیادہ قوال بھی یہی کرتے ہیں۔ گیارھویں بھی دیتے ہیں اور طبلے کی تھاپ پر توالی بھی۔ کیا ہی کہنے!

الغرض! اس قسم کی روایات بالکل بے اصل ہیں اور یہ تنکے ان ڈوبتے ہوئے لوگوں کا سہارا ہیں جو چاہتے ہیں کہ کسی طرح پیشانی کے سجدوں کا مزہ بدلے، وہ کہتے ہیں کہ زبان پر ہر وقت اللہ ہی اللہ! اب یا غوث اعظم کا نعرہ لگا کر کچھ تو ذائقہ ہی بدلیے! بس یہ لوگ اپنی زبان کا ذائقہ اور مزہ بدلتے بدلتے ہی مر جاتے ہیں، جب خدا کے حضور پیش ہوں گے تو ہاتھ خالی ہوں گے بلکہ بوجھل! اللہ ہوش دے۔ آمین۔